14

(1) واقعہ ڈلہوزی کے متعلق حکومت کا اظہارِ افسوس قبول کر لیا گیا ہے
(2) غرباء کے لئے پانچ سَو مَن غلّہ کی تحریک اور بیرونی غرباء کی امداد کے لئے تاکید

(فرمودہ 22 مئی 1942ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"قریباً نَو مہینے کا عرصہ گزرا کہ مَیں نے ایک خطبہ میں جو اسی مسجد میں مَیں نے پڑھا تھا۔ اس واقعہ کا ذکر کیا تھا جو ڈلہوزی کے سفر میں مجھے پیش آیا۔ مَیں نے جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ یہ واقعہ اس قسم کا ہے کہ اگر اس کی طرف گورنمنٹ مناسب توجہ نہ کرے تو جائز اور قانونی صورتوں کے ساتھ ہمیں گورنمنٹ پر دباؤ ڈالنا پڑے گا تا کہ وہ انصاف کو قائم کرے اور ظلم کا انسداد کرے۔ پھر مَیں نے جلسہ سالانہ کے موقع پر جماعت کو دوبارہ اس طرف توجہ دلائی تھی اور کہا تھا کہ اگر ضرورت پڑی تو انفرادی طور پر مَیں جماعت کے احباب کو ان قربانیوں کے لئے بلاؤں گا جو میرے نزدیک انصاف کے قیام کے لئے ضروری ہیں باوجود اس کے کہ مَیں نے کہہ دیا تھا کہ ابھی وہ وقت نہیں آیا جبکہ دوستوں کو اپنے نام پیش کرنے کی ضرورت ہو اور یہ کہ ابھی ہمیں گورنمنٹ کو وقت دینا چاہئے تا کہ اگر وہ اس واقعہ پر

اظہارِ افسوس کرنا چاہے تو کر دے۔ پھر بھی ہماری جماعت کے بعض مخلصوں نے اسی وقت اپنے نام پیش کرنے شروع کر دیئے تھے اور بعض نے اعلان کا انتظار کیا۔ گو دلوں میں ہر قربانی پر آمادہ ہو گئے فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔ یہ سوال نَو مہینے تک برابر گورنمنٹ اور ہمارے درمیان چلتا رہا۔ اس کے متعلق گورنمنٹ نے لوکل تحقیقات بھی کرائی ہے اور پھر پولیس کے ڈی۔ آئی۔ جی بھی یہاں تحقیقات کے لئے آئے تھے۔ غالباً دسمبر یا نومبر کا مہینہ تھا جبکہ وہ آئے۔

ایک حاسد نے گزشتہ ایام میں لکھا تھا کہ احمدی جماعت اپنا نظام لئے پھرتی ہے تم کو نظام نے کیا فائدہ دیا۔ ڈلہوزی کے واقعہ پر ہی گورنمنٹ تمہاری کوئی تسلی نہ کر سکی۔ مَیں نے اس وقت جواب میں کچھ لکھنا مناسب نہیں سمجھا تھا کیونکہ ابھی معاملہ چل رہا تھا حالانکہ اس کا جواب مَیں اسی وقت دے سکتا تھا کہ جہاں تک امام جماعت احمدیہ کا سوال ہے۔ گورنمنٹ شروع میں ہی اظہارِ افسوس کر چکی تھی لیکن ہماری بحث گورنمنٹ سے یہ نہیں تھی کہ امام جماعت احمدیہ سے یہ واقعہ پیش نہیں آنا چاہیئے تھا بلکہ ہماری بحث یہ تھی کہ کسی ہندوستانی سے بھی ایسا واقعہ نہیں ہونا چاہیئے چنانچہ گورنمنٹ نے جو مجھے اس وقت چِٹھی لکھی تھی اس میں اس نے لکھا تھا کہ افسوس ہے کہ ہمیں غلطی لگی اور ہمیں اس وقت یہ معلوم نہیں ہوا کہ امام جماعت احمدیہ کا اس سے کوئی تعلق ہے۔ مَیں نے اسی وقت اس چِٹھی کے جواب میں گورنمنٹ کو لکھ دیا تھا کہ میری اس جواب سے تسلی نہیں ہو سکتی کیونکہ میرا سوال انصاف کے قیام کے متعلق ہے۔ میرا سوال یہ نہیں کہ امام جماعت احمدیہ سے اس قسم کا واقعہ پیش نہیں آنا چاہیئے تھا بلکہ میرا سوال یہ ہے کہ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ کسی ہندوستانی کو بھی ایسا واقعہ پیش نہ آئے۔ پس اس کا یہ اعتراض کہ جماعت کے نظام کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بے محل اعتراض تھا کیونکہ جہاں تک امام جماعت احمدیہ کا تعلق تھا۔ گورنمنٹ چند دنوں کے اندر اندر معذرت کا اظہار کر چکی تھی اور مَیں نے اس معذرت کو قبول نہیں کیا تھا اس لئے کہ میرے نزدیک امام جماعت احمدیہ ہونے کی حیثیت سے حکومت کی معذرت کافی نہ تھی۔

درحقیقت کوئی مومن صرف اس بات پر خوش نہیں ہو سکتا کہ اس کے ساتھ بدسلوکی

نہیں ہوتی بلکہ مومن کا کام یہ ہے کہ وہ کسی کے ساتھ بھی بدسلوکی نہ ہونے دے۔ بہر حال گورنمنٹ کی وہ چٹھی ہمارے پاس موجود ہے اوراس سے اس معترض کے اعتراض کا جواب ہو سکتا ہے کہ اس رنگ میں ازالہ پہلے ہی گورنمنٹ کر چکی ہے مگر ہمارا مطالبہ گورنمنٹ سے یہ نہیں تھا اور نہ ہمیں اس معاملہ میں درحقیقت کوئی ایسا خیال ہو سکتا ہے کیونکہ جہاں تک امام جماعت احمدیہ کا سوال ہے۔ امام جماعت احمدیہ ہونے کے لحاظ سے اور سلسلۂ احمدیہ کے لحاظ سے ہمارا یقین ہے کہ جو خدائی سلسلے ہوتے ہیں ان کے کارکنوں کی کوئی شخص ہتک نہیں کر سکتا اور جو بظاہر ہتکیں نظر آتی ہیں وہ ان ہتک کرنے والوں کا اپنی گردنوں پر اپنا وار ہوتا ہے۔

رسول کریم ﷺ کے متعلق حدیثوں میں آتا ہے کہ ایک دفعہ آپ نماز پڑھ رہے تھے جب آپ سجدہ میں گئے تو ابوجہل نے اونٹ کی اوجھڑی اور انتڑیاں لا کر آپؐ کے سر پر رکھ دیں۔ اونٹ کی اوجھڑی اور انتڑیاں بڑی بھاری چیز ہیں پھر وہ گندی اور غلیظ چیز ہیں مگر بہر حال اس نے ایسا کیا۔ اب اس نے تو اپنے دل میں سمجھا ہو گا کہ اس نے اس فعل سے رسول کریم ﷺ کی ہتک کر دی مگر جاننے والے جانتے رہیں گے کہ ابوجہل نے اونٹ کی اوجھڑی اور اونٹ کی انتڑیاں رسول کریم ﷺ کی گردن پر نہیں رکھیں بلکہ اس نے اپنی اوجھڑی اور اپنی انتڑیاں اپنی گردن میں لٹکائی تھیں۔ اب واقعہ تو یہ ضرور ہوا کہ اونٹ کی اوجھڑی اور انتڑیاں رسول کریم ﷺ کی گردن پر رکھی گئیں چنانچہ ساری تاریخیں بتاتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ یہ واقعہ ہوا اور تاریخوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس سے رسول کریم ﷺ کو تکلیف ہوئی اور آپ سجدہ سے اپنا سر نہ اٹھا سکے یہاں تک کہ بعض صحابہ آئے اور انہوں نے اس بوجھ کو رسول کریم ﷺ پر سے دور کیا[1] مگر اس سے رسول کریم ﷺ کی کیا ہتک ہو گئی۔ آج تک ہم فخر سے اس واقعہ کو بیان کرتے ہیں اور ہم جب کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی گردن پر ابوجہل نے اونٹ کی اوجھڑی اور انتڑیاں لا کر رکھ دیں تو ہمارے دل شرمندگی محسوس نہیں کرتے بلکہ ہم سمجھتے ہیں کہ اس نے رسول کریم ﷺ کی نبوت اور آپ کی صداقت کا ثبوت لوگوں کے سامنے پیش کر دیا کیونکہ ہمیشہ دنیا دار لوگ انبیاء کی مخالفت کرتے، ان کو دکھ دیتے، انہیں قسم قسم کی اذیتیں پہنچاتے اور ہر رنگ میں ان کی ہتک کی کوشش کرتے ہیں مگر یہ ہتک ان نبیوں کی نہیں ہوتی

بلکہ خود دشمنوں کی ہوتی ہے۔ یہیں قادیان میں ایک دفعہ غیر احمدیوں کا جلسہ ہوا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کو بھی انہوں نے تقریر کے لئے بلایا۔ انہوں نے بڑے فخر سے بیان کیا کہ قادیانی میرے مقابلہ میں اپنی کامیابی کے دعوے کرتے رہتے ہیں۔ ان کا امام میرے ساتھ کلکتے تک چلے اور پھر دیکھے قادیان سے کلکتے تک کس کو پھول پڑتے ہیں اور کس پر پتھر برستے ہیں۔ مَیں نے اس کے جواب میں کہا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے جھوٹے ہونے کی خود شہادت دے دی ہے کیونکہ دنیا جانتی ہے کہ پتھر ابو جہل کو پڑے تھے یا محمد ﷺ کو پڑے تھے۔ پتھر فرعون کو پڑے تھے یا موسیٰ کو پڑے تھے۔ بے شک اگر مَیں ان کے ساتھ جاؤں تو قادیان سے کلکتے تک ان پر پھول پڑیں گے اور مجھ پر پتھر۔ مگر اس طرح قادیان سے کلکتے تک کی زمین کا ہر چپہ یہ شہادت بھی دے گا کہ مَیں محمد ﷺ کا خلیفہ ہوں اور مولوی ثناء اللہ صاحب ابو جہل کے مثیل ہیں۔ ہر پھول جو ان پر پڑے گا وہ انہیں ابو جہل ثابت کرے گا اور ہر پتھر جو مجھ پر پڑے گا وہ مجھے محمد ﷺ کا نائب اور آپ کا خلیفہ ثابت کرے گا۔ غرض ان باتوں سے کیا بنتا ہے؟ ان سے خدائی سلسلوں کی ہتک نہیں ہوا کرتی، صرف اس سے اس کینے اور بغض کا پتہ چل جاتا ہے جو مخالفوں کے دلوں میں ہوتا ہے اور یہی کینہ اور بُغض بعض دفعہ گورنمنٹ کے بعض افسروں میں بھی پایا جاتا ہے۔ وہ مذہب کے اختلاف کی وجہ سے پہلے ہی دوسرے مذاہب کے لوگوں سے تعصب رکھتے ہیں پھر جب افسر بنتے ہیں تو اس وقت بھی اس غضب کا شکار ہوتے ہیں چنانچہ دیکھ لو ایک تھانیدار جب اپنی کرسی پر بیٹھتا ہے تو اس وقت اسلام کا تعصب یا ہندو مذہب کا تعصب یا سکھ مذہب کا تعصب اس کے دل سے نکل تو نہیں جاتا۔ ہزارہا واقعات دنیا میں ایسے ہوتے رہتے ہیں جن کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ فلاں مسلمان تھانیدار تھا۔ اس لئے اس نے مسلمانوں کی رعایت کی یا فلاں ہندو تھانیدار تھا اس نے ہندوؤں کی رعایت کی یا فلاں سکھ تھانیدار تھا اس نے سکھوں کی رعایت کی۔ ابھی گزشتہ دنوں ڈھاکہ میں فسادات ہوئے تھے۔ گورنمنٹ نے بڑے بڑے معزز افسر اس کی تحقیق کے لئے بطور کمیشن مقرر کئے۔ کل پرسوں ہی ان کی رپورٹ شائع ہوئی ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ ہم تحقیقات کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ فسادات کے دوران میں پولیس کے افسروں نے

تعصب سے کام لیا اور جس جس مذہب کے ساتھ کوئی پولیس افسر تعلق رکھتا تھا۔ اس مذہب کے افراد کو اس نے بچانے کی کوشش کی۔ تو یہ تعصب دلوں سے نکل تو نہیں جاتا سوائے اس کے کہ جہاں کوئی حقیقی نقصان پہنچنے والا ہوتا ہے، وہاں اللہ تعالیٰ دلوں پر تصرف کر کے حالات کو بدل دے تو اَور بات ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کا یہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک پادری نے آپ پر نالش کی اور یہ نالش امرتسر میں ہوئی۔ ہو سکتا تھا کہ وہ مقدمہ امرتسر میں ہی چلتا مگر وہاں سے ڈپٹی کمشنر کو خیال پیدا ہوا یا اسے گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر نے جب تعمیل کے لئے سمن گورداسپور پہنچے تو لکھا کہ امرتسر میں یہ مقدمہ نہیں ہو سکتا اور اس نے اس بات کو تسلیم کر لیا گو ہمارے وکلاء کہتے ہیں کہ یہ اس کی غلطی تھی۔ یہ مقدمہ امرتسر میں بھی چل سکتا تھا مگر بہر حال یہ مقدمہ گورداسپور میں دائر ہوا۔ اس وقت گورداسپور میں ایک ایسے ڈپٹی کمشنر صاحب تشریف لائے ہوئے تھے جو سخت متعصب عیسائی تھے۔ اب تو وہ ہماری جماعت کے گہرے دوست ہیں اور اس نشان کا وہ ہمیشہ ذکر کیا کرتے ہیں مگر اس وقت ان کی یہ حالت تھی کہ جب وہ گورداسپور میں آئے تو انہوں نے اپنے بعض اہلکاروں سے کہا کہ مَیں نے سنا ہے کہ اس ضلع میں ایک شخص مسیح ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس طرح ہمارے خداوند یسوع مسیح کی ہتک کرتا ہے۔ کیا اب تک اسے کسی افسر نے گرفتار کرنے کی کوشش نہیں کی۔ غرض اس وقت وہ سخت تعصب رکھتے تھے اور مقدمہ امرتسر سے بدل کر انہی کے پاس پہنچا۔ انہوں نے مقدمہ کی اہمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے اپنی عدالت میں ہی رکھ دیا۔ اب ایک ایسا انسان جس کے دل میں اس قسم کا تعصب ہو اس کے متعلق یہ بالکل ممکن تھا کہ ایک طرف کی باتیں اس پر اثر کر جاتیں اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف فیصلہ کر دیتا بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ یہ مقدمہ ایک پادری کی طرف سے تھا مگر اللہ تعالیٰ کے تصرفات کو دیکھو کہ اس مقدمہ کی پیشی بٹالہ میں ہوئی اور پہلا تغیر خدا تعالیٰ نے اس رنگ میں کیا کہ باوجود اس بات کے کہ انسپکٹر پولیس غیر احمدی مسلمان تھا اور سر رشتہ دار بھی غیر احمدی مسلمان تھا اور اس وجہ سے ان سے مخالفت کا زیادہ ڈر تھا مگر وہ دونوں شریف الطبع تھے۔ جو دوست اُس وقت

سر رشتہ دار تھے اور جو بعد میں احمدی بھی ہو گئے تھے ان سے جب ڈپٹی کمشنر نے اس مقدمہ کا ذکر کیا اور ان سے مشورہ لیا تو انہوں نے کہا مرزا صاحب بڑے شریف آدمی ہیں اور گورنمنٹ برطانیہ کے بہت وفادار ہیں۔ مقدمہ کے بعد جو صورت ہو وہ ہو مگر مقدمہ سے پیشتر کوئی ایسی کارروائی نہیں کرنی چاہئے جس سے ان کی کسی رنگ میں ہتک ہو۔ پھر انہوں نے پولیس سے مشورہ لیا تو انسپکٹر پولیس جن کا نام غالباً جلال الدین تھا انہوں نے بھی یہی مشورہ دیا۔ آخر انہوں نے ایسے رنگ میں ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بلایا جس میں آپ کا اعزاز قائم رہتا تھا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام عدالت میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ڈپٹی کمشنر پر ایسا اثر کیا کہ بجائے اس کے کہ وہ آپ کو ملزموں کے کٹہرے میں کھڑا کرتا اس نے کمرۂ عدالت میں اپنے پاس کرسی بچھا کر آپ کو اس پر بٹھا دیا۔ وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مقدمہ دائر ہونے کی خوشی میں دوڑتے پھرتے تھے اور باوجود مسلمان ہونے کے اور باوجود اس بات کے کہ یہ مقدمہ ایک عیسائی کی طرف سے تھا اس بات پر خوش تھے کہ اب مرزا صاحب کو سزا ہو جائے گی۔ انہوں نے جب عدالت میں آپؑ کو ڈپٹی کمشنر کے پاس کرسی پر بیٹھے دیکھا تو وہ غصہ سے جَل بُھن گئے۔ اسی دن عیسائیوں کی طرف سے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی بطور گواہ پیش ہونے والے تھے اور وہ اس امید میں تھے کہ جب میں کمرۂ عدالت میں داخل ہوں گا تو مرزا صاحب کو ہتھکڑی لگی ہوئی ہو گی اور وہ ملزموں کے کٹہرے میں نہایت ذلت کے ساتھ کھڑے ہوں گے اور جب مجھے دیکھیں گے تو بہت شرمندہ ہوں گے مگر جب وہ اندر داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ ڈپٹی کمشنر کے پہلو میں کرسی بچھی ہوئی ہے اور بجائے ملزموں کے کٹہرے میں کھڑے ہونے کے وہ ملزم نہایت اعزاز کے ساتھ عدالت کے پاس اس کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر اُن کو آگ لگ گئی۔ وہ اپنی گواہی تو بھول گئے اور ڈپٹی کمشنر سے کہنے لگے۔ صاحب سے مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے بھی عدالت میں کرسی ملنی چاہئے۔ ڈپٹی کمشنر نے کہا تم کو کس وجہ سے کرسی دی جائے۔ تم گواہ کی حیثیت سے آئے ہو اور گواہوں کو کرسی نہیں ملا کرتی۔ انہوں نے کہا مَیں تو گواہ ہوں جب آپ نے ملزم کو کرسی دے رکھی ہے تو مجھے کیوں کرسی نہیں مل سکتی۔ مجھے بھی کرسی ملنی چاہئے۔ اس پر ڈپٹی کمشنر نے کہا ہم

جانتے ہیں کہ کس کا ادب اور احترام کرنا چاہئے۔ مرزا صاحب کے خاندان سے ہم واقف ہیں اور جانتے ہیں کہ گورنمنٹ ان کے خاندان کو کس عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتی چلی آرہی ہے اس لئے انہیں جائز طور پر کرسی دی گئی ہے مگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی بدقسمتی کہ وہ پھر بھی خاموش نہ رہے اور درحقیقت جب خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی کے خلاف کوئی فیصلہ ہو جائے تو وہ ذلت سے کہاں بچ سکتا ہے۔ بجائے اس کے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی خاموش رہتے، وہ کہنے لگے۔ لاٹ صاحب کے پاس مَیں ملنے کے لئے جاتا ہوں تو وہ مجھے کرسی دیتے ہیں۔ آپ عدالت میں مجھے کیوں کرسی نہیں دیتے؟ ڈپٹی کمشنر کہنے لگا اگر ایک چوہڑا بھی ہمیں اپنے مکان پر ملنے آئے تو ہم اسے کرسی دے دیتے ہیں مگر یہ عدالت کا کمرہ ہے یہاں اسی کو کرسی ملے گی جس کی خدمات کو گورنمنٹ جانتی ہو۔ اس پر انہوں نے پھر اصرار کیا اور کہا کہ مجھے ضرور کرسی ملنی چاہئے۔ آخر ڈپٹی کمشنر نہایت غصے سے انہیں کہنے لگا۔ بَک بَک مت کر پیچھے ہٹ اور جوتیوں میں کھڑا ہو جا۔

غرض وہ تو یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام عدالت میں نَعُوْذُ بِاللّٰہ نہایت ذلت سے کھڑے ہوں اور انہیں ہتھکڑی لگی ہوئی ہو اور وہ سمجھتے تھے کہ یا تو انہیں گرفتار کر کے عدالت میں لایا جائے گا یا کم از کم ملزموں کے کٹہرے میں آپ کو ضرور کھڑا کیا جائے گا مگر انہوں نے دیکھا تو یہ کہ کمرۂ عدالت میں ڈپٹی کمشنر کے پاس ملزم ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ اب یہ ایک غیر معمولی تغیر ہے جو خدا تعالیٰ نے کیا اور جس نے ڈپٹی کمشنر کے دل پر تصرف کر کے اسے ایسا سلوک کرنے پر مجبور کر دیا۔ آجکل ہماری جماعت کتنی منظم اور کتنی پھیلی ہوئی ہے مگر اب بھی ہمارے ساتھ یہ سلوک نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ سلوک محض الٰہی تصرف کا نتیجہ تھا ورنہ بعد میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بعض اَور عدالتوں میں پیش ہوئے ہیں اور آپؑ کو کھڑا رہنا پڑا ہے مگر اس وقت چونکہ مقابلہ میں ایک عیسائی دشمن تھا اور مسلمان بھی آپ کو گرانے کے لئے عیسائیوں کے ساتھ مل گئے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ دکھا دیا کہ بجائے اس کے کہ وہ آپؑ کو ذلت کی حالت میں دیکھتے۔ انہوں نے آپ کو نہایت اعزاز کے ساتھ کمرۂ عدالت میں ڈپٹی کمشنر کے پاس بیٹھے دیکھا۔

پھر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی ذلت کا یہیں پر خاتمہ نہیں ہوا بلکہ جب وہ بیان دے کر کمرہ سے باہر نکلے تو برآمدہ میں ایک کرسی پڑی ہوئی تھی اس کرسی پر وہ بیٹھ گئے تاکہ کم از کم باہر کے لوگ جب انہیں برآمدہ میں کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھیں تو یہ خیال کرلیں کہ اندر بھی انہیں کرسی ملی ہوگی مگر خدا تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ حاکم کے اثر کے نیچے اس کے ماتحت بھی ہوتے ہیں۔ عدالت کا چپڑاسی جو کمرہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا حال دیکھ چکا تھا اور جسے معلوم تھا کہ صاحب ان پر سخت ناراض ہوئے ہیں اس نے جب دیکھا کہ وہ باہر برآمدہ میں کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں تو وہ ڈرا کہ کہیں صاحب مجھ پر ناراض نہ ہو جائیں چنانچہ وہ دوڑا دَوڑا آیا اور کہنے لگا مولوی صاحب کرسی چھوڑیئے۔ آپ کو یہاں بیٹھنے کا حق نہیں ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب بادلِ ناخواستہ وہاں سے اٹھے اور باہر آئے جہاں لوگوں کا بہت سا ہجوم تھا اور خیال کیا کہ ان کو تو میری ذلت کا علم نہیں یہیں کوئی بیٹھنے کے لئے اچھی سی جگہ مل جائے تو بیٹھ جاؤں۔ چنانچہ وہاں زمین پر کسی نے اپنی چادر بچھائی ہوئی تھی۔ مولوی صاحب اسی چادر پر بیٹھ گئے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ پبلک میں انہیں اعزاز حاصل ہے مگر چادر کا مالک دوڑا دوڑا آیا اور کہنے لگا میری چادر چھوڑ دو۔ تم عیسائیوں کی طرف سے ایک مسلمان کے خلاف گواہی دینے کے لئے آئے ہو تم نے تو میری چادر پلید کر دی ہے۔ آخر مولوی صاحب کو وہاں سے بھی نہایت ذلت کے ساتھ اٹھنا پڑا۔

اب دیکھو یہ کیسا ایک سلسلہ ہے اس ذلت کا جو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو پہنچی اور کیسی غیر معمولی عزت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہوئی مگر یہ ایک الٰہی تصرف تھا۔ مجھے ان کے جو سر رشتہ دار تھے۔ انہوں نے بعد میں خود سنایا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدمہ کی پیشی سے فارغ ہو کر ڈپٹی کمشنر سٹیشن پر پہنچا تو بٹالہ سٹیشن پر نہایت اضطراب کے ساتھ ٹہلنے لگ گیا۔ وہ کہتے ہیں تھوڑی دیر تو مَیں دیکھتا رہا آخر مَیں نے آگے بڑھ کر کہا کہ صاحب ویٹنگ روم میں کرسی پر تشریف رکھئے۔ ٹہلنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ کہنے لگا نہیں۔ مَیں اس وقت کرسی پر نہیں بیٹھ سکتا اور پھر ٹہلنے لگ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مَیں نے پھر کہا کہ صاحب آپ کو تکلیف ہوگی، دھوپ کا وقت ہے آپ

وٹینگ روم میں تشریف لے چلیں۔ مگر وہ پھر کہنے لگا کہ ٹھہرو مجھے ابھی کچھ نہ کہو۔ خیر کچھ دیر مَیں اَور انتظار کرتا رہا آخر مَیں نے پھر کہا کہ صاحب آپ ٹہل کیوں رہے ہیں۔ وٹینگ روم میں کیوں تشریف نہیں رکھتے۔ منشی غلام حیدر صاحب ان کا نام تھا اور وہ راولپنڈی کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے سنایا کہ جب مَیں نے بار بار ڈپٹی کمشنر سے یہ بات کہی تو اس نے مجھے قریب بلایا اور کہا مجھے اس وقت بڑی سخت تکلیف ہے اور اگر میری اس تکلیف کا ازالہ نہ ہوا تو مَیں سمجھتا ہوں مَیں پاگل ہو جاؤں گا۔ مَیں نے کہا کیا تکلیف ہے۔ کہنے لگا مَیں نے جس وقت سے مرزا صاحب کی شکل دیکھی ہے میرے دل میں یہ کامل یقین پیدا ہو گیا ہے کہ مرزا صاحب مجرم نہیں ہیں۔ ادھر مَیں دیکھتا ہوں کہ شہادت ان کے خلاف ہے۔ اور جس نے مقدمہ کیا ہے وہ ایک معزز پادری ہے جسے جھوٹا سمجھنے کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ اب میری یہ حالت ہے کہ مرزا صاحب کی شکل دیکھنے کے بعد مَیں جس طرف دیکھتا ہوں مرزا صاحب کی تصویر میرے سامنے آجاتی ہے اور وہ کہتی ہے مَیں مجرم نہیں۔ مَیں اس سے بری ہوں۔ پس میری حالت اس وقت بالکل پاگلوں کی سی ہے۔ عدالت اور قانون کہتا ہے کہ مَیں ان کو سزا دوں مگر ادھر میرے سامنے ہر وقت ان کی تصویر رہتی ہے اور وہ میری آنکھوں کے سامنے سے ہٹتی ہی نہیں اور وہ تصویر مجھے یہ کہتی ہے کہ مَیں مجرم نہیں ہوں۔ مَیں سمجھتا ہوں اگر مجھ پر یہی حالت طاری رہی تو مَیں پاگل ہو جاؤں گا۔ وہ کہتے ہیں مَیں نے ڈپٹی کمشنر سے کہا کہ آپ اندر تشریف رکھئے مَیں ابھی سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس کو بلاتا ہوں۔ آپ ان سے اس بارہ میں مشورہ لیں۔ چنانچہ سپرنٹنڈنٹ پولیس کو بلایا گیا۔ انہوں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ میرے دل پر بھی یہی اثر ہے کہ یہ مقدمہ جھوٹا ہے مگر اس میں خود عدالت کی غلطی ہے جس شخص کو مرزا صاحب کے خلاف گواہ پیش کیا جاتا ہے اسے پادریوں کے حوالے کیا ہوا ہے اور وہ اس سے جو جی چاہتا ہے کہلوا لیتے ہیں حالانکہ اسے پولیس کے حوالے کرنا چاہئے تھا۔ آپ اس گواہ کو میرے حوالے کر دیں مَیں اس کا بیان لے کر اصل حقیقت معلوم کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ڈپٹی کمشنر نے آرڈر دے دیا کہ عبد الحمید کو پادریوں سے لے کر سپرنٹنڈنٹ پولیس کے حوالے کیا جائے۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس کا بیان ہے کہ جب مَیں نے اس سے بیان لیا تو پہلے تو

اس نے وہی بیان دیا جو پادریوں کے سکھلانے پر دے چکا تھا مگر مَیں نے اسے کہا کہ جو بات ہے سچ سچ بیان کر دو اور بہت دیر میں اسے نصیحت کرتا رہا کہ جھوٹ نہیں بولنا چاہئے اور جو اصل واقعہ ہے وہ سچ سچ بیان کر دینا چاہئے۔ وہ کہتے ہیں مَیں نے دیکھا کہ اس دوران میں وہ کبھی کچھ کہنے کی کوشش کرتا مگر پھر رک جاتا۔ آخر مَیں نے اسے کہا اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں صحیح واقعات بیان کر دینے کے بعد پھر پادریوں کے حوالے کر دیا جائے گا اور وہ تمہیں دکھ دیں گے تو مَیں تمہیں اطمینان دلاتا ہوں کہ تمہیں مشن والوں کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ تم جو کچھ واقعہ ہے سچ سچ بیان کر دو۔ اس پر وہ روتا ہوا سپرنٹنڈنٹ پولیس کے قدموں میں گر گیا اور کہنے لگا کہ پادریوں نے مجھے سکھلا کر مجھ سے جھوٹا بیان دلوایا ہے ورنہ حضرت مرزا صاحب بالکل بری ہیں۔

اب یہ ایک ایسا الٰہی تصرف تھا جو ڈپٹی کمشنر کے دل پر ہوا اور جس نے حالات کو بالکل بدل دیا۔ پس اگر کسی جگہ خاص طور پر سلسلہ پر زد پڑتی ہو یا دشمن کو کوئی خاص جھوٹی خوشی نصیب ہوتی ہو جس کا دکھانا اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے خاص تصرف کے ماتحت اس قسم کے سامان بھی پیدا کر دیا کرتا ہے۔ جن سے دشمنوں کو جھوٹی خوشی بھی نصیب نہیں ہوتی اور سلسلہ دشمن کی زد سے محفوظ رہتا ہے ورنہ عام طور پر انبیاء کی ہتک کرنے والے ان کی ہتک کرنے کی کوشش کیا ہی کرتے ہیں اور جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے اس سے انبیاء کی نہیں بلکہ خود ان کی ہتک کرنے والوں کی ہتک ہوتی ہے اور وہی لوگ جو نبیوں کی ہتک کرنے والے ہوتے ہیں جب بعد میں ایمان لے آتے ہیں یا اگر وہ ایمان نہیں لاتے اور ان کی نسلیں ایمان لاتی ہیں تو اس وقت وہ سخت شرمندہ ہوتے ہیں اور ان کا نفس ایسی ذلت محسوس کرتا ہے جسے وہ کبھی بھول نہیں سکتے۔ درحقیقت یہ ان کے دل پر ایک بڑا بھاری زخم ہوتا ہے کہ کچھ تو ان میں سے انبیاء کے مقابلہ میں مارے جاتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جو بعد میں صداقت کو قبول کر لیتے ہیں مگر ساری عمر ان کے دلوں پر یہ گھاؤ رہتا ہے کہ انہوں نے انبیاء اور ان کی جماعتوں کو تکلیف دی اور ان پر کئی قسم کے ظلم کئے۔ تو اللہ تعالیٰ کے انبیاء اوران کی جماعتوں کی کبھی ہتک نہیں ہوتی، نہیں ہو سکتی۔ پس اس میں ہماری ہتک کا کوئی سوال ہی نہیں۔ وہ ہتک نہ

ہماری ہوئی ہے اور نہ انبیاء اوران کی جماعتوں کی ہو سکتی ہے۔ حضرت مسیحؑ کو اگر لوگوں نے صلیب پر چڑھا دیا تو اس سے ان کی کیا ہتک ہو گئی۔ اسی طرح ان کی جماعت کو اگر تکلیف دی گئی تو اس سے وہ کیسے ذلیل ہوئی۔ پس سوال ہتک کا نہیں تھا بلکہ سوال یہ تھا کہ ایک گورنمنٹ جس سے ہم تعاون کرتے ہیں قدرتی طور پر ہم اس سے حق اور انصاف چاہتے ہیں تا کہ ہمارا تعاون ناجائز نہ ہو۔ اگر ایک گورنمنٹ کے متعلق ہمیں یقینی طور پر یہ پتہ لگ جائے کہ وہ ظالم ہے اور انصاف سے کام نہیں لیتی تو اس سے تعاون کرنا ہمارے لئے ناجائز ہو جائے گا۔

غرض ہمارے اور گورنمنٹ کے درمیان اس معاملہ کے متعلق عرصہ تک خط و کتابت ہوتی رہی۔ ڈیڑھ مہینہ کی بات ہے کہ گورنمنٹ نے کمشنر صاحب لاہور کو اس غرض کے لئے مقرر کیا کہ وہ اس معاملہ کے متعلق میرے پاس اظہارِ افسوس کریں چنانچہ وہ گورداسپور آئے اور ان کی چٹھی مجھے آئی کہ مَیں آپ سے ملنا چاہتا ہوں کیا آپ مجھے یہاں آکر مل سکتے ہیں؟ اور اگر آپ نہ مل سکتے ہوں تو اپنے کسی رشتہ دار کو ہی بھجوا دیں کیونکہ گورنمنٹ کی طرف سے مَیں ایک پیغام لایا ہوں۔ جو آپ کو پہنچانا چاہتا ہوں مجھے قبل از وقت معلوم ہو چکا تھا کہ کمشنر صاحب لاہور اس غرض کے لئے آنے والے ہیں چنانچہ مَیں نے انہیں کہلا بھیجا کہ مجھے اگر آپ سے ملاقات کی ضرورت ہوتی تو مَیں خود آپ کے پاس آتا مگر چونکہ کام آپ کو ہے اس لئے میرے آنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اگر کسی افسر کو مجھ سے کوئی کام ہے تو یہ اس کا فرض ہے کہ وہ میرے پاس آئے۔ نہ یہ کہ مَیں اس کے پاس جاؤں۔ باقی مجھے معلوم ہے کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے آپ کو واقعہ ڈلہوزی پر اظہار افسوس کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ مگر آپ مجھے یہ بتائیں کہ وہ واقعہ گورنمنٹ کی نادانی سے پریس میں آچکا اور سارے ہندوستان میں مشہور ہو چکا ہے۔ اب اگر مَیں یہ اعلان کر دوں کہ گورنمنٹ نے اپنی غلطی کا ازالہ کر دیا ہے اور اس نے اپنے فعل پر اظہار افسوس کیا ہے تو دشمن ہنسے گا اور کہے گا کہ خود ہی ایک بات بنالی گئی ہے ورنہ گورنمنٹ نے اظہار افسوس نہیں کیا۔ جیسے ہمارے پنجابی زبان میں ضرب المثل ہے کہ "آپے میں رجّی پجّی! آپے میرے بچے جیون۔" اگر گورنمنٹ اس فعل پر اظہارِ ندامت کرنا چاہتی ہے۔ تو اسے چاہئے کہ تحریراً کرے تا کہ

دنیا کے سامنے اس تحریر کو رکھا جا سکے۔ چنانچہ انہوں نے میری اس بات کو درست سمجھا اور جو آدمی میری طرف سے گیا تھا اسے کہلا بھیجا کہ مَیں تو ایسی تحریر نہیں دے سکتا کیونکہ مجھے اجازت نہیں البتہ مَیں گورنمنٹ کو آپ کی یہ بات پہنچا دوں گا۔ اس کے بعد اپریل کی 27 تاریخ کو گورنمنٹ کی طرف سے چِٹھی آئی جس کا پیغام پہلے صرف زبانی بھیجا گیا تھا۔ یہ چِٹھی 27 اپریل کو چلی ہے اور 28 اپریل کو یہاں پہنچی ہے۔ یہ چِٹھی ہوم سیکرٹری مسٹر ویس کی طرف سے ہے۔ چِٹھی کے الفاظ یہ ہیں:۔

"No 2952-H (G) 42/26395

From:

F.B.Wace Esquire, C.I.E,I.C.S. Home Secretary to Government Punjab.

To,

Khalifatul Masih Hazrat Mirza Bashirud-din Mahmud Ahmad Head of the Ahmadiyya Community Qadian Distt. Gurdaspur.

Your Holiness,

The Punjab Government have had under examination the incident in Dalhousie last September at your residence there, when ceratin action was taken by the police in connection with unauthorized news sheets.

Owing to a chain of unfortunate circumstances, no superior police officer was available in Dalhousie, to take charge of this action and enquiry

seems to show that the junior officer who was in charge displayed a lack of tact and consideration in carrying out his duties. Suitable action has been taken against this officer and the subordinate officials concerened and I am to express the great regret of the Punjab Government for any unnecessary inconvenience which may have been caused to you and your household in consequence. It need hardly be said that no kind of insult or indignity was intended to you personally or to the religious body of which you are the respected head.

I have the honour to be your holiness

Your most obedient servant

F.B. Wace

Home Secretary to Government Punjab."

اس چِٹھی کا ترجمہ یہ ہے کہ پنجاب گورنمنٹ اس واقعہ کے متعلق جو گزشتہ ستمبر میں ڈلہوزی میں آپ کے گھر پر ہوا تھا اور جس میں پولیس نے ایک ضبط شدہ ٹریکٹ کے متعلق کارروائی کی تھی۔ اس وقت تک تحقیقات کرتی رہی ہے اور اب اس کے متعلق مندرجہ ذیل تحریر بھی بھجواتی ہے۔

بعض اتفاقی واقعات کی وجہ سے جو قابل افسوس ہیں پولیس کا کوئی اعلیٰ افسر اس وقت ڈلہوزی میں موجود نہیں تھا جو اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لیتا مگر یہ بات تحقیقات سے ثابت ہے کہ جونیئر افسر انچارج نے اپنے فرائض کے ادا کرنے میں عقل اور پوری توجہ سے کام نہیں لیا۔ گورنمنٹ نے اس افسر اور ماتحت افسروں کے خلاف جن کا اس واقعہ سے تعلق تھا مناسب

کارروائی کی ہے اور مجھے گورنمنٹ پنجاب کی طرف سے ہدایت ہوئی ہے کہ مَیں اس بارہ میں تحریر کروں کہ گورنمنٹ پنجاب کو اس تکلیف پر جو آپ کو یا آپ کے خاندان کے لوگوں کو پہنچی ہوگی شدید افسوس ہے۔

آخر میں مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس امر کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ اس واقعہ سے کسی قسم کی ہتک یا تحقیر مد نظر نہیں تھی آپ کی ذات کی یا اس مذہبی جماعت کی جس کے آپ معزز سردار ہیں۔

گو اس چِٹھی میں ان بعض سوالات کا جو ہم نے اٹھائے ہوئے تھے جواب نہیں دیا گیا مگر بہر حال اس میں گورنمنٹ نے اس طریق کو اختیار نہیں کیا جو پہلے کیا تھا کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ اس میں آپ کا تعلق ہے تو ایسا واقعہ نہ ہوتا بلکہ محض واقعہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ قابلِ افسوس ہے اور ان افسروں کو سزا دی گئی ہے جو اس کے ذمہ دار ہیں۔ مَیں نے جنگ کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے گورنمنٹ کے اس اظہار افسوس کو قبول کر لیا ہے اور اسے لکھ دیا ہے کہ ہم اس واقعہ کو اب ختم شدہ سمجھتے ہیں۔

مَیں جہاں تک سمجھتا ہوں گو گورنمنٹ کے لئے یہ ماننا مشکل ہے کہ اس واقعہ کی بنیاد بعض اعلیٰ حکام کی سلسلہ احمدیہ سے مخالفت ہے کیونکہ واقعات بتاتے ہیں کہ جن امور کی وجہ سے یہ کارروائی کی گئی ہے وہ ڈیڑھ سال پہلے کے تھے اور اس کی ڈپٹی کمشنر اور سپرنٹنڈنٹ پولیس کو بھی اطلاعیں دی جا چکی تھیں۔ ان مخالف افسروں میں سے مثال کے طور پر میں سی۔ آئی۔ ڈی کے ایک اعلیٰ افسر کا ذکر کرتا ہوں۔ سال سوا سال ہوا انہوں نے ہمارے مبلغ صوفی عبد القدیر صاحب کو بلایا اور ان سے کہا کہ جاپان کے متعلق مجھے وہ معلومات دو جو تم نے وہاں رہ کر حاصل کی ہیں اور جو کارروائیاں وہاں ہو رہی ہیں وہ مجھے بتاؤ۔ صوفی عبد القدیر صاحب نے درست طور پر جواب دیا کہ مَیں جماعت کا ایک فرد ہوں اور اس کی طرف سے مَیں جاپان میں تبلیغی خدمت پر مقرر رہا ہوں۔ مَیں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا اگر جماعت کی معرفت مجھ سے جواب مانگا جائے تو مَیں جواب دے سکتا ہوں۔ ایک مبلغ کی حیثیت سے ان کا یہ جواب بالکل صحیح اور درست تھا۔ دنیا کی تمام مہذب گورنمنٹیں پادریوں کو اس قسم کے معاملات میں لپیٹا نہیں

کرتیں اور اگر وہ مبلغوں کو بھی اس لپیٹ میں لے لیں تو تبلیغ کرنی مشکل ہو جائے۔ آخر مبلغ دوسرے ملکوں میں تبلیغ کرنے کے لئے جاتا ہے جاسوسی کرنے کے لئے تو نہیں جاتا، اگر جاپان اور امریکہ اور روس اور اٹلی اور سپین اور جرمنی وغیرہ حکومتوں کو یہ خیال پیدا ہو جائے کہ احمدی مبلغ انگریزوں کے جاسوس ہوتے ہیں تو وہ انہیں تبلیغ کی کہاں اجازت دیں گی۔ ایسی صورت میں تو جب کوئی مبلّغ ان کے ملک میں جائے گا وہ اسے پکڑ کر باہر نکال دیں گے۔ پس یہ نہایت ہی نامناسب بات ہے کہ کسی جماعت کے مبلّغوں کو اس کام پر مامور کیا جائے۔ اس افسر نے صوفی صاحب سے یہ بھی کہا کہ اگر آپ جاپان کے حالات نہیں بتائیں گے تو ڈیفنس آف انڈیا رولز کے ماتحت آپ کو گرفتار کر لیا جائے گا۔ صوفی صاحب نے کہا اگر آپ نے مجھے گرفتار ہی کرنا ہے تو بے شک کرلیں۔ اس واقعہ کے بعد ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انہیں نمبر دس کے بستے میں رکھ لیا گیا۔ چنانچہ اب تک ان کی مخفی نگرانی کی جاتی ہے۔ یوں مخفی تو نہیں کہ کسی کو اس کا پتہ نہیں۔ جس شخص کی نگرانی کی جاتی ہے، اسے تو پتہ لگ ہی جاتا ہے۔ اسی طرح اس کے دوستوں کو بھی پتہ لگ جاتا ہے۔ البتہ ظاہر میں پولیس ان کے دروازے پر نہیں بیٹھتی۔ اس کے بعد یکدم وہ پرانا واقعہ جو سال ڈیڑھ سال کا تھا اٹھانا شروع کر دیا گیا۔ پس ہمارے لئے اس بات کے یقین کرنے کی وجوہ موجود ہیں کہ اس میں بعض اعلیٰ حکّام اور بعض سی۔ آئی۔ ڈی کے افسروں کا ہاتھ تھا چنانچہ ہمارے دوسرے مبلّغ مولوی عبد الغفور صاحب کو جو مولوی ابوالعطاء صاحب کے بھائی ہیں انہیں بھی دھوکا دے کر امرتسر بلایا گیا اور ان سے کہا گیا کہ کیا تم جاپان کے متعلق ہمیں معلومات دے سکتے ہو یا اگر تمہیں جاسوس بنا کر بھیجا جائے تو تم یہ کام کر سکتے ہو حالانکہ جس افسر نے یہ بات کہی اس کا ضلع گورداسپور کے کسی فرد کو گورداسپور کی پولیس کی وساطت کے بغیر بلانے کا کوئی اختیار ہی نہیں تھا اس کے ساتھ ہی اس نے یہ دھمکی بھی دی کہ جاپان سے جو لوگ آئے ہیں انہیں گورنمنٹ پکڑ رہی ہے اگر تم نے حالات نہ بتائے تو تمہیں بھی پکڑ لیا جائے گا حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ ہزاروں لوگ ایسے ہیں جو جاپان سے آئے مگر انہیں کسی نے گرفتار نہیں کیا صرف سی آئی ڈی کے بعض افسر معلومات حاصل کرنے کے لئے اس قسم کی دھمکی دے دیتے ہیں۔ پس اگر گورنمنٹ کے معنے وزراء کی باقاعدہ

مجلس کے ہیں تو مَیں مان سکتا ہوں کہ اس واقعہ میں گورنمنٹ کا ہاتھ نہیں تھا لیکن دوسرے بعض حکّام اور سی۔ آئی۔ڈی کے بعض افسروں کا اس میں ہاتھ ضرور تھا انہوں نے ناجائز طور پر ہمارے مبلغوں سے معلومات حاصل کرنا چاہیں تا کہ گورنمنٹ کو بتا کر وہ خود عزت حاصل کر لیں جیسا کہ صوفی عبد القدیر صاحب کے واقعہ سے ظاہر ہے مگر جب وہ عزت انہیں حاصل نہ ہوئی تو انہوں نے ایک گزشتہ واقعہ جو ہو چکا تھا اسے نئے سرے سے ایسی شکل دے دی کہ دنیا یہ سمجھے کہ یہ کوئی نیا واقعہ ہوا ہے۔ جب یہاں ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس آئے تو مَیں نے ان کے سامنے ایسے واقعات رکھے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہ ڈیڑھ سال کا ایک پرانا واقعہ ہے اور مَیں نے ان سے پوچھا کہ یہ ڈیڑھ سال کا واقعہ نئی صورت کس طرح اختیار کر گیا۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ یہ ایک عجیب اتفاق ہے مگر دنیا میں عجیب اتفاقات ہو ہی جایا کرتے ہیں۔ پھر مَیں نے دوسری مثال دی۔ کہنے لگے یہ بھی عجیب اتفاق ہے۔ مَیں نے کہا یہ سارے عجوبے یہاں کس طرح اکٹھے ہو گئے اور ان پرانے واقعات نے نئی صورت کس طرح اختیار کر لی۔

غرض ہمارے پاس اس بات کے ثبوت موجود ہیں کہ درحقیقت اس واقعہ میں بعض بالا افسروں کا ہاتھ تھا لیکن جو فعل ہوا وہ مقامی آدمیوں سے ہوا۔ گویا وہی لفظ جو اس چِٹھی میں استعمال کیا گیا ہے یعنی "اَن فارچون" وہ اس واقعہ پر پوری طرح منطبق ہوتا ہے کہ بدقسمتی سے بعض اَور لوگ مارے گئے حالانکہ اصل مجرم اَور تھے۔ مَیں اس وقت ساری باتیں اپنے خطبہ میں بیان نہیں کر سکتا اور بعض باتیں تو ایسی ہیں جن کا بیان کرنا مناسب بھی نہیں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے پاس ایسے یقینی ثبوت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض بالا افسر اس کارروائی میں شامل تھے۔ مَیں یہ ماننے کے لئے تیار ہوں کہ قانوناً جس شکل کو گورنمنٹ کہتے ہیں وہ اس واقعہ کی ذمہ دار نہ تھی مگر بعض اَور بھی بالا افسر ایسے ہوتے ہیں جو گورنمنٹ کے قائمقام سمجھے جاتے ہیں اور جب ان کی رائے کسی کے خلاف ہوتی ہے تو ماتحت افسر اسے خود بخود نقصان پہنچانا شروع کر دیتے ہیں۔ پس بے شک اصطلاحی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ گورنمنٹ کا ہاتھ اس واقعہ میں نہیں تھا مگر حقیقی طور پر گورنمنٹ کے بعض افسروں کا اس میں ہاتھ تھا۔ بہرحال چونکہ گورنمنٹ نے قطع نظر اس سے کہ اس واقعہ کا تعلق امام جماعت احمدیہ سے تھا یا نہیں کھلے طور پر

اقرار کیا ہے کہ اس کے افسروں نے عقل اور تدبیر سے کام نہیں لیا بلکہ ہتک آمیز طریق اختیار کیا جس پر اس نے اظہارِ افسوس کرتے ہوئے ان افسروں کے خلاف ایکشن لیا ہے جو اس فعل کے مرتکب ہوئے تھے۔ اس لئے جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے مَیں اس معاملہ کو موجودہ جنگ کے حالات کے پیشِ نظر ختم کرتے ہوئے دوستوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میرا پہلا اعلان جس میں مَیں نے انفرادی طور پر جماعت کے احباب کو قربانیوں کے لئے تیار رہنے کے لئے کہا تھا اب ختم ہو گیا ہے۔ اب اس کے لئے کسی تیاری یا بلاوے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

(2)

اس کے بعد ایک اور امر ہے جس کی طرف مَیں جماعت کے دوستوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ مَیں نے گزشتہ خطبات میں جماعت کے دوستوں سے کہا تھا کہ اس سال انہیں غلہ جمع کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ ابھی قحط کے آثار پائے جاتے ہیں اور جنگ کے خطرات بھی بڑھتے جاتے ہیں۔ ہم نے صدر انجمن احمدیہ کے کارکنوں کے متعلق ایسا انتظام کر دیا ہے کہ کٹوتی کی رقموں کا ایک حصہ انہیں واپس کر دیا جائے اور جن کی کٹوتی کی کوئی رقم نہیں مثلاً وہ بعد میں ملازم ہوئے ہیں انہیں قرض دے دیا جائے اور وہ قرض دس مہینے کے اندر اندر واپس لے لیا جائے لیکن انجمن کے کارکنوں اور تاجروں کے علاوہ ایک اَور طبقہ بھی ایسا ہے جسے غلہ کی ضرورت ہے۔ تاجر تو قحط کے آثار کے ساتھ ہی اپنی اشیاء کی قیمتیں بڑھا دیتے ہیں۔ آٹھ آنے کی چیز ہو تو دس آنے کی کر دیتے ہیں۔ دس آنے کی چیز ہو تو بارہ آنے کی کر دیتے ہیں۔ اس وجہ سے تاجروں کو ان دنوں میں کوئی نقصان نہیں ہو سکتا بلکہ بعض تاجر ان ان دنوں میں پہلے سے بہت زیادہ نفع کما لیتے ہیں۔ پھر جو لوگ گورنمنٹ کے ملازم ہیں اور انہوں نے بیوی بچوں کو قادیان بھیجا ہوا ہے۔ وہ اپنی بیوی بچوں کو ہر مہینے خود خرچ بھیج دیتے ہیں اور ان کا گزارہ ہوتا رہتا ہے۔ مگر ان کے علاوہ ایک غرباء کا طبقہ ہے جسے کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ وہ انجمن کے ملازم نہیں کہ انہیں انجمن سے روپیہ مل جائے، وہ تاجر نہیں کہ دکانداری سے نفع کمائیں، ان کے کوئی رشتہ دار باہر ملازم نہیں کہ ان کی طرف سے انہیں ماہوار روپے آتے رہیں۔ اگر خدانخواستہ قحط پڑے تو ایسے لوگوں کو اپنے لئے روزانہ روٹی مہیا

کرنی بالکل مشکل ہو جائے گی کُجا یہ کہ وہ سال بھر کے لئے غلہ جمع کر سکیں۔ اس قسم کے کئی لوگ ہیں جو مجھے درخواستیں بھجوا رہے ہیں کہ ہمارے لئے کوئی انتظام کیا جائے اور بعض نے تو یہ لکھا ہے کہ اگر ہمیں قرض دیا جا سکے تو قرض ہی دے دیا جائے۔ ہم بعد میں روپیہ واپس کر دیں گے حالانکہ اُن میں سے بعض بے شک ایسے ہیں جو بعد میں قرض ادا کر سکتے ہیں مگر بعض ایسے ہیں جن کی نیت ہی نیت ہے انہیں توفیق نہیں کہ وہ قرض اتار سکیں۔ وہ منہ سے تو کہتے ہیں کہ اگر ہمیں قرض مل جائے تو ہم بعد میں ادا کر دیں گے مگر یا تو وہ اپنے نفس پر بہت زیادہ یقین رکھتے ہیں جو نہیں رکھنا چاہئے اور یا ان کا تقویٰ اتنا کامل نہیں کہ وہ وعدے کی اہمیت کو سمجھیں۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ اس وقت تو قرض مل جائے بعد میں ادا نہ ہو سکا تو معاف کرا لیں گے ورنہ وہ قرض لے کر ادا کر ہی نہیں سکتے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انہیں ضرورت ہے مگر ضرورت کے پورا کرنے کا کوئی اَور طریق ہونا چاہئے۔ وہ طریق جسے وہ اختیار ہی نہیں کر سکتے ان کے لئے کس طرح جاری کیا جا سکتا ہے۔ بے شک اس بات کا امکان ہے جیسا کہ گورنمنٹ کوشش کر رہی ہے کہ آئندہ ساونی میں بہت سی زمین کاشت کرا دے اور اس کے نتیجہ مین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مکئی اور چاول وغیرہ بکثرت ہو جائے اور ستمبر اکتوبر میں گندم کا بھاؤ گر جائے مگر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ اس دفعہ گندم کی پیداوار زیادہ نہیں ہوئی رقبہ زیر کاشت کم تھا اور پھر گندم کی جو پیداوار ہوئی۔ اس کے زیادہ حصہ کو بارش کی وجہ سے نقصان پہنچ گیا۔ اس وجہ سے اس سال گندم کی ہندوستان میں جو پیداوار ہوئی ہے وہ گزشتہ سال سے کئی لاکھ ٹن کم ہے اور پچھلے سال سے غلہ کے کھتّے بھی بہت تھوڑے ہیں۔ گورنمنٹ کا اعلان ہے کہ گزشتہ سال یو۔ پی میں دو ہزار گندم کا کھتّہ[2] تھا جو سارا خرچ ہو گیا اور اب صرف تیس کھتّے باقی رہ گئے ہیں۔ اگر خدانخواستہ قحط پڑ جائے تو دسمبر سے اپریل تک کے ایام گزارنے کتنے مشکل ہو جائیں گے۔ تو یہ غرباء جو ہیں ان کی اس صورت میں کیا امداد ہو سکتی ہے؟ آخر یہ تو لوگوں نے کرنا نہیں کہ غلہ اتنا زیادہ جمع کر لیں کہ جب ضرورت ہو اس وقت اپنا غلہ غرباء کو دے دیں۔ اگر اس وقت غلہ مہنگا ہو جائے تو یہ تو ہو سکتا ہے کہ بعض لوگ غرباء کے لئے روپیہ دے دیں لیکن اگر غلہ ملے ہی نہ تو روپیہ کیا کام دے سکے گا۔ پس اس صورت حالات کا ایک ہی علاج ہو

سکتا ہے اور وہ یہ کہ جن لوگوں کے دلوں میں خدا تعالیٰ کا خوف ہے کھڑے ہو جائیں اور غرباء کے لئے غلہ بطور چندہ دیں۔ میرا خیال ہے کہ قادیان کے جو غرباء ہیں اور جنہیں لازمی طور پر مدد دینی پڑے گی انہیں اس مدد کی آخری مہینوں میں زیادہ ضرورت پیش آئے گی۔ ابتدائی مہینوں میں چونکہ غلہ عام ہے اس لئے ہمیں ان مہینوں کا فکر نہیں۔ زیادہ فکر دسمبر سے اپریل تک کے مہینوں کا ہے کہ ان پانچ مہینوں کے لئے ان کے لئے اتنا غلہ جمع ہو جائے جس سے ان کا گزارہ ہو سکے اور میرا خیال ہے کہ قادیان کے غرباء کے لئے ہمیں ان پانچ مہینوں کے لئے کم سے کم پانچ سو مَن غلہ کی ضرورت ہو گی۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ جن دوستوں کو خدا تعالیٰ توفیق دے وہ اس امر کو مدنظر رکھیں گے کہ غرباء کی ذمہ داری جماعت پر ہے اور ان کا فرض ہے کہ جہاں وہ اپنے لئے غلہ جمع کریں وہاں غرباء کی ضروریات کا بھی خیال رکھیں مثلاً قادیان کے لوگوں میں سے کسی نے دس مَن غلہ خریدا ہے کسی نے بیس مَن اور کسی نے تیس یا چالیس مَن۔ مَیں نے اپنے ذہن میں سوچا کہ ہماری شریعت نے زکوٰۃ کا طریق ایسے رنگ میں رکھا ہے جو نہایت ہی معقول ہے اور جس سے انسان پر کوئی زیادہ بار نہیں پڑتا۔ پس دوستوں کو چاہئے کہ وہ زکوٰۃ کے رنگ میں اپنے غلہ میں سے غرباء کے لئے غلہ نکالیں۔ زکوٰۃ چالیس حصہ کی ہوتی ہے۔ پس اگر کسی نے دس من غلہ لیا ہو تو وہ اس میں سے دس سیر غلہ غرباء کے لئے نکالے اور دس سیر غلے کا بوجھ قطعاً ایسا نہیں جو کسی کے لئے ناقابل برداشت ہو بلکہ مَیں تو سمجھتا ہوں اگر عورتیں خشکے میں ہی احتیاط سے کام لیں تو دس سیر غلہ کی کمی کو وہ پورا کر سکتی ہیں۔ ہمارے ملک میں عورتیں خشکے پر بہت سا آٹا ضائع کر دیتی ہیں۔ پہلے آٹے کے پیڑے پر کافی خشکہ لگاتی ہیں پھر اس خشکہ کو جھاڑتی ہیں اور جب روٹی پک جاتی ہے تو ایک دفعہ پھر اس پر سے خشکہ جھاڑتی ہیں۔ اگر عورتیں خشکے میں احتیاط سے کام لیں تو دس سیر غلہ کی کمی وہ آسانی سے پوری کر سکتی ہیں لیکن فرض کرو اگر کوئی عورت خشکے میں یہ کمی نہیں نکال سکتی تو پھر بھی اس کے نتیجہ میں اگر کسی دن تکلیف پہنچ جائے تو اس میں کیا حرج ہے۔ چالیسویں حصہ کے حساب سے چالیس دنوں کے بعد ایک دن کا فاقہ بنتا ہے اور یہ کوئی بڑی قربانی نہیں۔ اگر کوئی شخص 39 دن آپ روٹی کھاتا ہے اور ایک دن اپنے غریب بھائی کو کِھلا دیتا ہے تو یہ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ قربانی ہے جو

وہ کر سکتا ہے۔ اول تو عورتیں اگر احتیاط سے کام لیں تو فاقہ کی نوبت ہی نہیں آسکتی۔ وہ روٹی کا بہت سا حصہ ضائع کر دیتی ہیں، کچھ حصہ جل کر ضائع ہو جاتا ہے، کچھ کچا رہ جاتا ہے، کچھ زائد پک جاتا ہے اور اس طرح وہ گائیوں اور بھینسوں یا کُتّوں کے آگے ڈالنا پڑتا ہے یا بعض دفعہ بے وقت روٹی پکالی جاتی ہے اور اس طرح روٹی کا ایک حصہ ضائع ہو جاتا ہے پھر قریباً روزانہ ایسی بے احتیاطی سے روٹی پکائی جاتی ہے کہ ہر گھر میں روٹی آدھ روٹی روزانہ بچ جاتی ہے۔ اگر عورتیں اس بارہ میں احتیاط کریں تو یقیناً وہ اپنے چالیسویں حصہ کی کمی کو پورا کر سکتی ہیں لیکن اگر بفرضِ محال یہ کمی ان سے پوری نہ ہو سکے تو بھی اس کے معنے یہ بنتے ہیں کہ چالیس دن میں ایک دن کا فاقہ۔ حالانکہ ہمیں اسلام نے روزوں کے ذریعہ بارہ دن میں ایک دن کا فاقہ کرنا سکھایا ہے۔ گویا عام دنوں میں جب کوئی خاص مصیبت نہیں ہوتی۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ تم گیارہ دن کھاؤ اور بارھویں دن اپنے غریب بھائیوں کے لئے فاقہ کرو۔ پھر ایسی عظیم الشان مصیبت کے وقت جبکہ غلہ ملتا ہی نہ ہو چالیس دن میں ایک دن فاقہ کرنا کونسی بڑی بات ہے۔

آجکل لوگ میری ہدایت کے ماتحت غلہ خرید رہے ہیں۔ کسی کے گڈے آرہے ہیں، کسی کے ہاں مزدور غلہ لا رہے ہیں، کوئی اِدھر اُدھر پھر کر گندم اکٹھی کر رہا ہے مگر پاس ہی ان کے ہمسایہ میں ایک غریب ہوتا ہے جو کہتا ہے کہ آج تو روٹی کا انتظام ہے کل نہ معلوم کیا ہو گا۔ ایسی حالت میں طبعی طور پر غرباء کے دلوں میں یہ خیال آتا ہے کہ ان کا گزارہ کیسے ہو سکے گا بالخصوص دوسروں کے گھروں میں غلہ آتے دیکھ کر غریب لوگوں اور ان کے بیوی بچوں کے دلوں کی جو کیفیت ہوتی ہے وہ ایسی نہیں جسے آسانی کے ساتھ برداشت کیا جاسکے۔

پس اول تو میں قادیان والوں سے کہتا ہوں کہ جنہوں نے غلے خریدے ہیں۔ ان میں سے جن کو خدا تعالیٰ ہمت اور توفیق دے۔ وہ غلہ خرید کر اس کا چالیسواں حصہ غرباء کے لئے الگ کر لیں اور اپنی بیویوں کو سنادیں کہ تم نے پکانے میں ایسی احتیاط سے کام لینا ہے کہ یہ کمی پوری ہو جائے اور اگر یہ کمی پوری نہ ہوئی تو ہمیں چالیس دنوں میں سے ایک دن فاقہ کرنا پڑے گا۔ پھر باہر کی جماعتوں کو بھی مَیں توجہ دلاتا ہوں کہ ان میں سے جن کو خدا تعالیٰ توفیق دے وہ بھی اس میں حصہ لیں۔ اس میں روپیہ کی صورت میں وعدہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ غلہ کی

صورت میں وعدہ ہونا چاہئے۔ یعنی چاہے تو کوئی ایک مَن غلہ دے دے، کوئی دو من غلہ دے دے، کوئی تین مَن غلہ دے دے اور کوئی چار مَن غلہ دے دے۔ اگر وہ غلہ نہ دے سکیں تو انہیں رقم بھیج کر لکھ دینا چاہئے کہ ہمارے اس روپیہ سے اتنا غلہ خرید کر غرباء کو دے دیا جائے۔ قادیان سے باہر میری اپنی کچھ زمین ہے جو مَیں نے بٹائی پر دی ہوئی ہے اور کچھ گِرو ہے جو پھر واپس مقاطعہ [3] پر لی ہوئی ہے چونکہ اس دفعہ بارش کی وجہ سے فصل کو نقصان ہوا ہے اس لئے اس کا مقاطعہ، اوپر کے اخراجات اور گورنمنٹ کا معاملہ وغیرہ ادا کرکے کوئی پچاس مَن کے قریب غلہ بچتا ہے۔ مَیں نے رات یہ حساب کرکے فیصلہ کیا کہ یہ پچاس مَن غلہ مَیں اس چندے میں دے دیتا ہوں۔ پانچ سَو من غلے کا مطالبہ ہے جس میں سے پچاس مَن غلہ دینے کا مَیں نے وعدہ کیا ہے۔ اب باقی صرف ساڑھے چار سَو من غلہ رہتا ہے جو ساری جماعت کے لئے جمع کرنا کوئی مشکل نہیں۔ ہو سکتا تھا کہ ہماری جماعت کے بڑے بڑے آٹھ دس زمیندار ہی اس غلہ کو جمع کر دیتے مگر آٹھ دس آدمیوں کے حصہ لینے سے چونکہ ساری جماعت کو ثواب نہیں پہنچ سکتا تھا اس لئے مَیں نے مناسب سمجھا کہ اس کا عام اعلان کر دوں تاکہ جو دوست اس ثواب میں حصہ لینا چاہیں وہ لے لیں۔

پس مَیں تحریک کرتا ہوں کہ قادیان کے وہ دوست جنہوں نے غلہ خرید لیا ہے یا غلہ کے لئے انہوں نے روپیہ کا انتظام کر لیا ہے۔ وہ اپنے غریب بھائیوں کے لئے اپنے غلے کا چالیسواں حصہ بطور چندہ ادا کریں تاکہ مصیبت اور تنگی کے وقت غرباء کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ دیکھو مومنوں کے متعلق قرآن کریم میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ وہ بھوک اور تنگی کے وقت غرباء کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے ہیں۔ [4] اور درحقیقت ایمان کے لحاظ سے یہی مقام ہے جس کے حاصل کرنے کی ہر مومن کو کوشش کرنی چاہئے مگر موجودہ زمانہ میں ہمیں وہ نمونہ دکھانے کا موقع نہیں ملتا جو صحابہؓ نے مدینہ میں دکھایا اس لئے ہمیں کم سے کم اس موقع پر غرباء کی مدد کرکے اپنے اس فرض کو ادا کرنا چاہئے جو اسلام کی طرف سے ہم پر عائد کیا گیا ہے اور اگر ہم کوشش کریں تو اس مطالبہ کو پورا کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔ پانچ سَو من غلے کا اندازہ بھی درحقیقت کم ہے اور یہ بھی سارے سال کا اندازہ نہیں بلکہ آخری پانچ مہینوں کا اندازہ ہے جبکہ

قحط کا خطرہ ہے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آئندہ فصل اچھی کر دے اور جوار وغیرہ نکل آنے کی وجہ سے گندم سستی ہو جائے۔ بہر حال ہم میں سے ہر ایک کو سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے غریب بندے خدا تعالیٰ کے رزق کے ہم سے کم حصہ دار نہیں۔ خدا کی نامعلوم کس حکمت نے ہم کو رزق دے دیا اور ان کو نہیں دیا۔ شاید خدا تعالیٰ کو ہمارا امتحان منظور ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ ہم اس رزق کو کس طرح استعمال کرتے ہیں یا شاید بعض کے لئے اس میں سزا کا کوئی پہلو مخفی ہو یا شاید اللہ تعالیٰ اس ذریعہ سے ہمیں ثواب دینا چاہتا ہو کہ چونکہ ان کو رزق نہیں ملا اس لئے تم ان کو رزق دے کر اللہ تعالیٰ سے ثواب حاصل کرو۔ نہ معلوم ان تینوں باتوں میں سے کونسی بات اللہ تعالیٰ کے مد نظر ہے لیکن بہر حال یہ یقینی بات ہے کہ غریب بندے خدا تعالیٰ کے رزق میں ہم سے کم حصہ دار نہیں اور ہم میں سے کوئی فرد ایسا نہیں جو بشر ہونے کے لحاظ سے ایک غریب پر فوقیت رکھتا ہو بلکہ بشر ہونے کے لحاظ سے نبی اور کافر بھی برابر ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں بار بار اللہ تعالیٰ رسول کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے فرماتا ہے کہ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ [5] یعنی اے رسول! کہہ دے۔ ابوجہل سے کہہ دے، عتبہ سے کہہ دے، شیبہ سے کہہ دے کہ بشر ہونے کے لحاظ سے مَیں تمہاری طرح ہی ہوں اور مجھ میں اور تم میں کوئی فرق نہیں۔ اگر فرق ہے تو یہ کہ مَیں نے خدا تعالیٰ کے قرب کو پالیا اور تم نے اس کا انکار کر کے اسے ناراض کر دیا۔ اگر تم بھی نیکی اور تقویٰ اختیار کرو اور تم بھی قربانیوں میں حصہ لو تو اللہ تعالیٰ تم کو بھی ویسا ہی محبوب بنا سکتا ہے جیسے اس نے اَور لوگوں کو بنایا۔ آخر خدا نے ابوجہل کو ابوجہل اور ابوبکرؓ کو ابوبکرؓ اسی لئے بنایا کہ ابوبکرؓ نے اپنی بشریت کا صحیح استعمال کیا اور ابوجہل نے صحیح استعمال نہ کیا۔ اگر ابوجہل بھی اپنی بشریت کا صحیح استعمال کرتا تو وہ بھی ابوبکرؓ بن جاتا۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں جن کے ماتحت وہ کسی کو رزق دے دیتا ہے اور کسی کو نہیں دیتا۔ یہ بات غلط ہے کہ اگر کوئی عالم ہو تو اسے رزق مل جاتا ہے اور اگر عالم نہ ہو تو رزق نہیں ملتا۔ ہزاروں انٹرنس پاس ہیں جو چار چار پانچ پانچ سو روپیہ تنخواہ لے رہے ہیں اور ہزاروں بی۔ اے اور ایم۔ اے ہیں جنہیں بیس بیس تیس تیس روپے کی بھی نوکری نہیں ملتی اور اگر ملتی ہے تو عارضی طور پر۔ پس یہ کوئی خدا کی مشیّت ہے جس کے ماتحت وہ اپنے بندوں کا امتحان لیتا

رہتا ہے۔ ہر شخص کو کوشش کرنی چاہئے کہ وہ اس امتحان میں کامیاب ہو۔ پس مَیں قادیان والوں کو بھی اور باہر کی جماعتوں کو بھی اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ یہ ثواب حاصل کرنے کا موقع ہے۔ انہیں چاہئے کہ وہ غرباء کے لئے غلہ دیں اور جو لوگ غلہ نہ دے سکیں وہ رقم بھیج کر ہمیں اجازت دیں کہ ہم یہاں سے غلہ خرید کر ان کی طرف سے غرباء میں تقسیم کر دیں تاکہ وہ اس گندم کو ان ایام کے لئے سنبھال کر رکھ لیں جن میں گندم کی کمی اور قحط کا خطرہ ہے۔ پھر مَیں باہر کی جماعتوں کو یہ بھی نصیحت کرتا ہوں کہ اگر مقامی طور پر ان کی جماعتوں میں غریب احمدی ہوں تو وہ ان کا بھی خیال رکھیں۔ صرف یہی نہیں کہ قادیان کے غرباء کا خیال رکھا جائے بلکہ ہر جگہ کے غرباء کا مقامی جماعتیں خیال رکھیں اور جو لوگ اپنے لئے غلہ جمع نہیں کر سکتے ان کے لئے کچھ حصہ اپنے غلے میں سے الگ کر دیں تاکہ وہ ان ایام میں اطمینان کے ساتھ روٹی کھا سکیں اور آج سے ہی ان کے دلوں میں یہ پریشانی پیدا نہ ہو کہ ہم مصیبت کے وقت کیا کریں گے۔ یہاں کی جماعت کے دوستوں کو مَیں اس امر کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جو لوگ غلہ خرید رہے ہیں وہ سخت غلط طریق اختیار کر رہے ہیں۔ بجائے اس کے کہ وہ نظام سے فائدہ اٹھاتے بے تحاشا اِدھر اُدھر دوڑے پھرتے ہیں۔ آپ لوگوں نے اجتماع اور نظام کا فائدہ دیکھا ہوا ہے۔ ہماری جماعت کتنی چھوٹی سی ہے مگر نظام کی وجہ سے لوگوں پر اس کا بہت بڑا رعب ہے۔ اسی طرح آپ کو نظام سے اپنے ہر کام میں فائدہ اٹھانا چاہئے اور بجائے انفرادی رنگ میں کوشش کرنے کے اجتماعی رنگ میں کام کرنا چاہئے۔ اگر اکٹھے مل کر غلہ خریدا جاتا تو پونے چار روپے مَن تک مل جاتا مگر جونہی لوگوں کو روپیہ ملا انہوں نے اِدھر اُدھر دوڑنا شروع کر دیا۔ باہر کے زمیندار اور سکھ ان کا عجیب نقشہ کھینچتے ہیں۔ کہتے ہیں مولویوں نے بائیسکلوں پر بوریاں باندھی ہوئی ہوتی ہیں اور چاروں طرف دوڑتے پھرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پانچ چھ دن کے اندر اندر ایک روپیہ قیمت بڑھ گئی کیونکہ بعض لوگوں نے تو گھبرا کر اپنا غلہ روک لیا کہ نہ معلوم کیا مصیبت آنے والی ہے کہ یہ لوگ گندم خریدنے کے لئے دوڑے پھرتے ہیں اور جنہیں روپیہ کی ضرورت تھی انہوں نے گراں قیمت پر غلہ فروخت کرنا شروع کر دیا۔ اگر ایک کمیٹی بنالی جاتی اور وہ لوگوں کے لئے اکٹھا غلّہ خریدتی تو پونے چار روپے مَن تک بسہولت

غلہ مل سکتا تھا۔

پس مَیں نصیحت کرتا ہوں کہ یہ طریق درست نہیں۔ آپ لوگوں نے نظام کی خوبیاں دیکھی ہوئی ہیں۔ اس نظام کو اپنے تمام کاموں میں وسیع کرو اور بجائے اس کے کہ گھبرائے گھبرائے اِدھر اُدھر پھرو، کمیٹیاں بنالو اور باہمی مشورہ اور انتظام سے غلہ خریدو۔ اگر تم ذرا صبر سے کام لوگے تو گندم کی قیمت گر جائے گی۔ اس وقت جو اس کی قیمت چڑھی ہوئی ہے یہ بالکل عارضی ہے۔ اتنی قیمت ہرگز نہیں ہونی چاہئے۔ مَیں سمجھتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے اور جیسا کہ گورنمنٹ کوشش کر رہی ہے ستمبر اکتوبر میں مکی، باجرہ اور چاولوں کی کثرت ہو جائے تو گندم کی قیمت یکدم گرنے کا احتمال ہے۔ اس وقت زمیندار گندم کو ہاتھ بھی نہیں لگائیں گے اور چاول یا باجرہ یا مکی پر گذارہ کر کے گندم کو سستے بھاؤ فروخت کر دیں گے۔ جو لوگ غلہ خرید رہے ہیں انہیں یہ امر بھی مد نظر رکھنا چاہئے کہ تکلیف کے وقت ایک ہی قسم کی غذا پر اصرار نہیں کیا جا سکتا۔ پس وہ صرف گندم پر ہی اکتفاء نہ کریں بلکہ چاول وغیرہ بھی خرید لیں۔ اس طرح گندم کا خرچ بھی کم ہوگا اور ان کی صحتوں کو بھی کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اگر دوست میری اس نصیحت پر عمل کریں گے تو مجھے امید ہے کہ گندم کے جو بھاؤ اس وقت بڑھے ہوئے ہیں وہ گر جائیں گے کیونکہ گندم کی اتنی کمی نہیں جتنا ڈر کی وجہ سے خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ تکلیف کا سال کے آخری مہینوں میں خطرہ ہے اور اس کے لئے بھی ابھی سے غلّے کا ذخیرہ کر لینا چاہئے۔"

(الفضل 30 مئی 1942ء)

1: بخاری کتاب الصَّلٰوۃ باب الْمَرْأَۃ تَطْرَحُ عَنِ الْمُصَلّٰی (الخ)

2: کھتّہ: کھیت کی تخفیف

3: مقاطعہ: ٹھیکہ، اجارہ

4: وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (الحشر: 10)

5: الکہف: 111